

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/آف 2016

شریعت عرضیداشت نمبر: 7/آف 2017

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/آف 2019

شریعت عرضیداشت نمبر: 3/آف 2020

2

وفاقی شرعی عدالت، پاکستان، اسلام آباد۔
(حقیقی دائرہ سماعت)

̣

روبروئے:-

جناب جسٹس محمد نور مسکانزئی صاحب
جناب جسٹس ڈاکٹر سید محمد انور صاحب
جناب جسٹس خادم حسین ایم شیخ صاحب
چیف جسٹس
جج
جج

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/آئی آف 2016

عمران انور خان ولد سردار محمد انور خان، سکنہ مکان نمبر 6، گلی نمبر 2،
سیکٹر-C، ڈی-ایچ-اے فیز-I، اسلام آباد۔

-----سائل

بنام
حکومت پنجاب بذریعہ سیکرٹری وزارت قانون، لاہور۔
-----مسئول علیہ

شریعت عرضیداشت نمبر: 7 / آئی آف 2017

عمران خان جدون، ایڈووکیٹ، چیمبر نمبر 8، محسن بلاک، ڈسٹرکٹ کورٹ،
راولپنڈی۔ -----سائل
حکومت پنجاب بذریعہ سیکرٹری وزارت قانون، پنجاب سیکرٹریٹ، لاہور۔

-----مسئول علیہ

شریعت عرضیداشت نمبر: 4 / آئی آف 2019

1۔ محمد اکبر سعید ولد محمد سعید رانا، سکنہ مکان نمبر 98/10، بابر بلاک، نیو
گارڈن ٹاؤن، لاہور
2۔ ضیال الدین ولد حاکم خان، سکنہ محلہ جامعہ اشرفیہ فیروزپور روڈ، لاہور۔
-----سائلان

بنام

1۔ فیڈریشن آف پاکستان بذریعہ وزارت قانون و انصاف، اسلام آباد۔
2۔ صوبہ پنجاب بذریعہ وزارت قانون و انصاف پنجاب، لاہور۔
-----مسئول علیہان

شریعت عرضیداشت نمبر: 3 / آئی آف 2020

شیخ محمود اقبال ولد شیخ محمد طفیل، سکنہ مکان نمبر 102، بلاک نمبر A-I، واہڈا
ٹاؤن، گوجرانوالہ۔
-----سائل

بنام

حکومت پنجاب بذریعہ سیکرٹری وزارت قانون، پنجاب سیکرٹریٹ، لاہور۔
-----مسئول علیہ

-و-و-و-و-و-و-و-و-و-و-

برائے سائلان:

شریعت عرضیداشت نمبر 4/آئی آف 2016 --- سردار محمد حفیظ خان، ایڈووکیٹ
شریعت عرضیداشت نمبر 7/آئی آف 2017 --- راجہ زبیر حسین جزل، ایڈووکیٹ
شریعت عرضیداشت نمبر 4/آئی آف 2019 --- محمد یونس میو، ایڈووکیٹ
شریعت عرضیداشت نمبر 3/آئی آف 2020 --- ڈاکٹر محمد اسلم خاکی، ایڈووکیٹ

برائے وفاقی حکومت --- چوہدری اشتیاق مہربان،
ڈپٹی اٹارنی جنرل، پاکستان
برائے حکومت پنجاب --- سید واجد علی شاہ گیلانی،
ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل، پنجاب

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/ا آف 2016

شریعت عرضیداشت نمبر: 7/ا آف 2017

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/ا آف 2019

شریعت عرضیداشت نمبر: 3/ا آف 2020

3

معظم علی، اسسٹنٹ ڈائریکٹر،
لوکل گورنمنٹ پنجاب۔

ڈاکٹر حافظ محمد طفیل،

جیورس کنسلٹ

21-03-2016، 14-09-2017،
03-06-2019، 12-03-2020

شریعت عرضیداشتوں کی تاریخ اندراج ---

20-09-2016، 28-10-2017

تاریخ ہائے سماعت

02-2017

11-04-2017، 16-20-11-2017

01-2018

12-06-2018، 05-11-2018، 08-

01-2019

18-03-2019، 19-03-2019، 29-

04-2019

27-05-2019، 10-12-2020، 21-

04-2021

21-10-2021

17-2-2022

تاریخ فیصلہ :

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/آف 2016

شریعت عرضیداشت نمبر: 7/آف 2017

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/آف 2019

شریعت عرضیداشت نمبر: 3/آف 2020

4

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فیصلہ:

محمد نور مسکانزئی، چیف جسٹس:- سائیلان نے شریعت عرضیدات نمبری:

شریعت عرضیدات نمبر: 4 / آئی آف 2016 عمران انور خان بنام حکومت پنجاب؛ شریعت عرضیدات نمبر: 7 / آئی آف 2017 عمران خان جدون بنام حکومت پنجاب؛ شریعت عرضیدات نمبر: 4 / آئی آف 2019 محمد اکبر سعیدو غیرہ بنام فیڈریشن آف پاکستان وغیرہ اور شریعت عرضیدات نمبر: 3 / آئی آف 2020 شیخ محمود اقبال بنام حکومت پنجاب اس عدالت ہذا میں برائے تنسیخ قوانین دفعہ 10 ذیلی دفعات (5) اور (6) پنجاب فیملی کورٹ (ترمیمی) ایکٹ، 2015 بدیں مدعا دائر کردی ہیں کہ مذکورہ قوانین قرآن اور سنت نبوی ﷺ کے منافی ہیں۔ چونکہ جملہ عرضیداشتوں کا محور پنجاب فیملی کورٹ ایکٹ کی دفعہ 10 میں کی گئی ترامیم (5) اور (6) ہیں، لہذا تمام عرضیداشتوں کا یکجا تصفیہ بذریعہ فیصلہ ہذا کیا جاتا ہے۔

دفعہ 10 کی ذیلی دفعات (5) اور (6) پنجاب فیملی کورٹ (ترمیمی)

ایکٹ، 2015 کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:-

“(5) In a suit for dissolution of marriage, if reconciliation fails, the Family Court shall immediately pass a decree for dissolution of marriage and, in case of dissolution of marriage through khula, may direct the wife to surrender up to fifty percent of her deferred dower or up to twenty-five percent of her admitted prompt dower to the husband.

(6) Subject to subsection (5), in the decree for dissolution of marriage, the Family Court shall direct the husband to pay whole or part of the outstanding deferred dower to the wife.”

2- مسئلہ علیہم کو نوٹس جاری ہوئے اور انہوں نے جواب داخل کرلیے۔ سائیلان کی طرف سے مفتی ضیاء الدین صاحب پیش ہوئے۔ مفتی صاحب خلع کے اصل قانون ہی پر بحث کے متمنی تھے۔ اُن کو بتایا گیا کہ خلع کا اصل قانون زیر بحث نہیں اور یہ نکتہ قبل ازیں اس عدالت سے حتمی طور پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس وقت پنجاب فیملی کورٹ (ترمیمی) ایکٹ، 2015 کی دفعہ 10 ذیلی دفعات (5) اور (6) ، جن کی رو سے حق مہر موجد کا نصف یا 1/4 حصہ مہر معجل تسلیم شدہ کی ڈگری بوقت علیحدگی بصورت خلع بحق شوہر جاری ہوگی اور بقیہ مہر موجد کی ڈگری کلی یا جزوی بحق خاتون ہوگی، زیر بحث وزیر غور ہیں۔ انہوں نے اس نکتہ پر بحث کرنے سے اس بنیاد پر معذرت کی کہ انکی تیاری نہیں ہے۔ ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب نے بھی کوئی خاص معاونت نہیں کی اور اپنے مدخلہ جواب پر ہی اکتفا کیا۔ ہم اس تاثر میں تھے کہ حکومت پنجاب قانون موضوعہ کی تائید میں اسمبلی کے روبرو بل پیش کرتے وقت کی بحث اور مابعد اس کی تائید، حمایت یا مخالفت میں معزز اراکین پنجاب اسمبلی کی تقاریر، دلائل اور موقف ہمارے سامنے رکھ کر یہ بتائیں گے کہ مذکورہ بل پاس کرتے وقت کس حد تک شرعی حوالہ جات سے استفادہ کرنے کی کوشش کی گئی، آئین کی تمہید اور بالخصوص آرٹیکل 227 کو کس حد تک ملحوظ رکھا گیا۔ مگر پنجاب حکومت اور اس کا نمائندہ یہ ذمہ داری نبھانے پر مائل نظر نہ آئے۔ اس صورت حال کے پیش نظر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ فریقین نے قانونی معاونت کے حوالہ سے اپنی واجبی ذمہ داری بھی پوری نہیں کی۔

3- ہم نے اپنے طور پر جائزہ لیا۔ معاملہ کچھ یوں ہے کہ شریعت میں طلاق کا جو حق مرد کو حاصل ہے، خلع وہی حق عورت کو طلب تفریق کی صورت میں عطا کرتا ہے۔ اس ضمن میں اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا موضوعہ متنازعہ قانون وضع کرتے وقت خلع اور اس کے مضمرات جو پہلے سے طے چلی آ رہی ہیں ملحوظ رکھی گئیں؟ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ مملکت خداداد میں پارلیمنٹ قانون سازی کا حق آئین کے تحت متعین کئے گئے دائرے میں کماحقہ محفوظ رکھتی ہے اور قانون سازی چاہے وفاقی

شریعت عرضداشت نمبر: 4/آف 2016

شریعت عرضداشت نمبر: 7/آف 2017

شریعت عرضداشت نمبر: 4/آف 2019

شریعت عرضداشت نمبر: 3/آف 2020

6

سطح پر ہو یا صوبائی سطح پر ایک معیار پر پوری اترے اور وہ یہ کہ موضوعہ قانون

قرآن و سنت کے تابع ہویعنی آئین کی تمہید، آرٹیکلز (1)31، 35، 227 سے متصادم نہ ہو۔

آئین کی تمہید میں یہ بات وضاحت سے لکھی گئی ہے کہ:

جس میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائیگا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق، جس طرح قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں۔

اس حق کے حصول کا اعادہ دستور کے باب دوئم حکمت عملی کے اصول میں آرٹیکل

۳۱(۱) میں بار دیگر درج ذیل الفاظ میں کیا گیا:

آرٹیکل ۳۱-۱) پاکستان کے مسلمانوں کو، انفرادی اور اجتماعی طور پر، اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لئے اور انہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔

آرٹیکل ۳۵۔ مملکت، شادی، خاندان، ماں اور بچے کی حفاظت کرے گی۔

آرٹیکل ۲۲۷-۱) تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا، جن کا اس حصے میں بطور اسلامی احکام حوالہ دیا گیا ہے، اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔

4۔ مذکورہ بالا شریعت عرضداشتوں کا مدعا بالاختلاف الفاظ، دلائل، استدلال

مگر باتفاق معنی و مقصد یہ ہے کہ پنجاب فیملی کورٹ ایکٹ کی دفعہ 10 کی ذیلی دفعات

(5) اور (6) قرآن و سنت کے منافی ہیں لہذا انہیں منسوخ کیا جائے۔ متنازعہ قانون کی رو

سے اگر عدالت تنسیخ نکاح کی ڈگری بصورت خلع جاری کرتی ہے تو دفعہ 10 ذیلی دفعہ

(5) کے بموجب نصف حق مہر موجل یا چہارم حصہ حق مہر معجل کی حد تک واپسی

بحق شوہر کی ڈگری جاری کرے گی۔ ذیلی دفعہ (6) کی رو سے ذیلی دفعہ (5) کے

بموجب عدالت لازماً بقیہ مہر موجل کی کلی یا جزوی ادائیگی بحق خاتون کا حکم دے گی۔

5- فریقین کی بحث تو سماعت ہوئی۔ مگر افسوس کہ سائیلان نے اس ضمن میں اپنی قانونی ذمہ داری پوری نہیں کی۔ ان کی طرف سے کوئی معنی خیز، مدلل اور بامقصد معاونت نہیں ہوئی اور نہ ہی حجت کے طور پر کوئی تیربہ ہدف مواد مہیا کیا گیا۔ غیر متوقع طور پر یہی صورتِ حال حکومت پنجاب کی رہی۔ فاضل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل نے یہ کہہ کر گلوخلاصی کی کہ ہم نے comments فائل کئے ہیں۔ ستم کا یہ سلسلہ یہاں بھی نہیں تھما، جیورس کنسلٹ ڈاکٹر مشتاق احمد صاحب باوجود فراہمی موقع بسیار اپنا نکتہ نظر نہ تو زبانی پیش کر سکے اور نہ ہی تحریری جواب داخل کرنے کے لیے زحمت پر کمر بستہ نظر آئے۔ لہذا مجبوراً ان کی حد تک ان مقدمات میں جیورس کنسلٹ کی تعیناتی کا حکم واپس لیا گیا۔

6- کچھ عرضداشتوں کے متن میں خلع کے بنیادی حق بشمول اختیار عدالت بسلسلہ اجراء ڈگری بصورت خلع پر بھی سوال اٹھایا گیا ہے۔ اس ضمن میں یہ واضح رہے کہ یہ نکات قبل ازیں اس عدالت سے حتمی طور پر بعد از باقاعدہ سماعت طے ہو چکے ہیں۔ لہذا اس 'ضمن' میں کوئی گفتگو اور بحث نہیں ہوگی۔ ملاحظہ ہو PLD 2014 FSC 43 سلیم احمد وغیرہ بنام حکومت پاکستان، متعلقہ صفحہ 62-63 پیرا نمبر 22 & 23 :

“22. The upshot of the above discussion is that there is no specific verse or authentic Ahadith that provides a bar to the exercise of jurisdiction by a competent Qazi to decree the case of 'Khula' agitated before him by a wife, after reconciliation fails. As discussed above in detail, the Ayaat and Ahadith relied upon by the petitioners neither specifically relate to the issue of 'Khula' nor to the lack of authority of a Qazi duly authorized by an Islamic State to resolve the disputes between husband and wife. The interpretation of the said Verses and Ahadith is also not unanimous.
23. Consequently for the reasons stated above, we dismiss these petitions.”

محولہ بالا قوانین ازدواجی زندگی سے متعلق ہیں جو اسلامی معاشرتی زندگی کی اساس، ثبات اور دوام کی ضمانت ہیں۔ شرعی اصطلاح میں یہ معاہدہ میثاقِ نکاح کہلاتا ہے۔ اس معاہدہ کو اس کی روح کے مطابق سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔ معاہدہ نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے۔ نوعیت و ہیئت کے لحاظ سے خوبصورت، باعزت، باوقار اور مجمعِ عام میں اس کا انعقاد ہوتا ہے۔ سماجی حیثیت کے مطابق لوگوں کی کثرتِ شرکت خیر و برکت کا سبب اور باعث افتخار و عزت تصور ہوتا ہے۔ اہمیت کے اعتبار سے چونکہ شرعی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے، سنتِ نبویؐ میں اس کا شمار ہوتا ہے اور تولیدِ نسل کا ذریعہ ہے، اس لیے اسے مضبوط، مستحکم، دائم، پختہ اور پائیدار گردانا جاتا ہے۔ ہرچندکہ اس معاہدہ کو قائم رکھنا یا ختم کرنا فریقین کی مرضی و منشاء پر موقوف اور منحصر ہے مگر یہ اختیار بھی مادرِ پدر آزاد نہیں بلکہ اصولوں کے تابع ہے اور دونوں صورتوں میں قرآنی احکامات مشعلِ راہ ہیں۔ اول الذکر یعنی معاہدہ قائم رکھنے کی صورت میں ”فامساک بمعروف“ کے حکم پر کاربند رہنا لازمی و لابدی ہے جبکہ خدانخواستہ موخر الذکر کی کیفیت لاحق ہو تو ”تسریح با حسان“ کے حکم پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے اس معاہدہ کی کوکھ سے جنم لینے والے حقوق و ذمہ داریوں کی بنیاد پر قرآن مجید اسے ”مِيثَاقًا غَلِيظًا“ سے تعبیر کرتا ہے۔ لہذا میثاقِ نکاح سے متعلق کسی بھی قانون سازی کا اُس معیار پر پورا اترنا لازمی ہے جس کا تقاضا اس معاہدہ کی شرعی اہمیت کرتی ہے۔

7۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، خطیبِ پاکستان نے معارف القرآن جلد دوم

کے صفحہ نمبر 353-354 میں میثاقِ نکاح کو یوں متعارف کروایا ہے:-

A۔ ”وَآخِذْنَ مِنْكُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا“، ”یعنی ان عورتوں نے تم سے پختہ اور مضبوط عہد لے لیا ہے،“ اس سے مراد عقدِ نکاح کا عہد ہے جو اللہ کے نام اور خطبہ کے ساتھ مجمع کے سامنے کیا جاتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس ازدواجی عہد و میثاق اور باہم بے حجابانہ ملنے کے بعد دیا ہوا مال واپس کرنے کے لئے عورت کو مجبور کرنا کھلا ہوا ظلم و جور ہے، مسلمانوں کو اس سے اجتناب لازم ہے“

سورہ بقرہ کی آیت نمبر 230/229 کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مولانا

مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن جلد اول کے صفحہ 555-556 پر لکھتے ہیں:-

”نکاح و طلاق کی شرعی حیثیت اور حکیمانہ نظام

نکاح کی ایک حیثیت تو ایک باہمی معاملے اور معاہدے کی ہے، جیسے بیع و شراء اور لین دین کے معاملات ہوتے ہیں، دوسری حیثیت ایک سنت اور عبادت کی ہے، اس پر تو تمام امت کا اتفاق ہے کہ نکاح عام معاملات و معاہدات سے بالاتر ایک حیثیت شرعی عبادت و سنت کی رکھتا ہے، اسی لئے نکاح کے منعقد ہونے کے لئے باجماع امت کچھ ایسی شرائط ضروری ہیں جو عام معاملات بیع و شراء میں نہیں ہوتیں،

اول تو یہ کہ ہر عورت سے اور ہر مرد سے نکاح نہیں ہو سکتا، اس میں شریعت کا ایک مستقل قانون ہے، جس کے تحت بہت سی عورتوں اور مردوں کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا،

دوسرے تمام معاملات و معاہدات کے منعقد اور مکمل ہونے کے لئے کوئی گواہی شرط نہیں، گواہی کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب فریقین میں اختلاف ہو جائے، لیکن نکاح ایسا معاملہ نہیں، یہاں اس کے منعقد ہونے کیلئے بھی گواہوں کا سامنے ہونا شرط ہے، اگر دو مرد و عورت بغیر گواہوں کے آپس میں نکاح کر لیں، اور دونوں میں کوئی فریق کبھی اختلاف و انکار بھی نہ کرے اس وقت بھی شرعاً وہ نکاح باطل، کالعدم ہے جب تک گواہوں کے سامنے دونوں کا ایجاب و قبول نہ ہو، اور سنت یہ ہے کہ نکاح اعلان عام کے ساتھ کیا جائے، اسی طرح کی اور بہت سی شرائط اور آداب ہیں، جو معاملہ نکاح کے لئے ضروری یا مسنون ہیں،

امام اعظم ابوحنیفہ اور بہت سے دوسرے حضرات ائمہ کے نزدیک تو نکاح میں معاملہ اور معاہدہ کی حیثیت سے زیادہ عبادت و سنت کی حیثیت غالب ہے، اور قرآن و سنت کے شواہد اس پر قائم ہیں،

نکاح کی اجمالی حقیقت معلوم کرنے کے بعد طلاق کو سمجھئے، طلاق کا حاصل نکاح کے معاملے اور معاہدے کو ختم کرنا ہے، جس طرح شریعت اسلام نے نکاح کے معاملے اور معاہدے کو ایک عبادت کی حیثیت دے کر عام معاملات و معاہدات کی سطح سے بلند رکھا ہے اور بہت سی پابندیاں اس پر لگائی ہیں اسی طرح اس معاملہ کا ختم کرنا بھی عام لین دین کے معاملات کی طرح آزاد نہیں رکھا، کہ جب چاہے جس طرح چاہے اس معاملہ کو فسخ کر دے، اور دوسرے سے معاملہ کر لے، بلکہ اس کے لئے ایک خاص حکیمانہ قانون بنایا ہے، جس کا بیان آیات مذکورہ میں کیا گیا ہے

اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لئے ہو، اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے، کیونکہ اس

معاملہ کے انقطاع کا اثر صرف فریقین پر نہیں پڑتا، نسل و اولاد کی تباہی و بربادی اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک کی نوبت پہنچتی ہے، اور پورا معاشرہ بُری طرح اِس سے متاثر ہوتا ہے، اسی لئے جو اسباب اور وجوہ اس معاملہ کو توڑنے کا سبب بن سکتے ہیں قرآن و سنت کی تعلیمات نے ان تمام اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے، زوجین کے ہر معاملے اور ہر حال کے لئے جو ہدایتیں قرآن و سنت میں مذکور ہیں ان سب کا حاصل یہی ہے کہ یہ رشتہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے، ٹوٹنے نہ پائے، ناموافقت کی صورت میں اول افہام و تفہیم کی پھر زجر و تنبیہ کی ہدایتیں دی گئیں، اور اگر بات بڑھ جائے اور اس سے بھی کام نہ چلے تہ خاندان ہی کے چند افراد کو حکم اور ثالث بنا کر معاملہ طے کرنے کی تعلیم دی، آیت حَكَمَآئِمْنَ اٰهْلِهِمْ وَحَكَمَآئِمْنَ اٰهْلِهَا میں خاندان ہی کے افراد کو ثالث بنانے کا ارشاد کس قدر حکیمانہ ہے، کہ اگر معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جائے اور دلوں میں زیادہ بُد پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے“

مولانا امین احسن اصلاحی تدبر قرآن جلد دوم صفحہ 43 میں اس میثاق پر

یوں روشنی ڈالتے ہیں:-

”... میرے نزدیک اِس کی وجہ یہ ہے کہ عقد نکاح کی اصل عرفی اور شرعی حقیقت یہی ہے کہ وہ میاں اور بیوی کے درمیان حقوق اور ذمہ داریوں کا ایک مضبوط معاہدہ ہوتا ہے جس کے ذریعے سے دونوں زندگی بھر کے سنجوگ کے عزم کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ جڑتے ہیں اور دونوں یکساں طور پر حقوق بھی حاصل کرتے ہیں اور یکساں طور پر ایک دوسرے کے لیے ذمہ داریاں بھی اٹھاتے ہیں۔ بظاہر تو اِس میثاق کے الفاظ نہایت سادہ اور مختصر ہوتے ہیں، لیکن اِس کے مضمرات و تضمّنات بہت ہیں اور یہ مضمرات و تضمّنات ہر مہذب سوسائٹی اور ہر شریعت میں معلوم و معروف ہیں۔ یہ امر بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ میثاق بندھتا تو ہے میاں اور بیوی کے درمیان، لیکن اِس میں گرہ خدا کے حکم سے لگتی ہے اور جس طرح خلق اِس کی گواہ ہوتی ہے اُسی طرح خالق بھی اِس کا گواہ ہوتا ہے۔ پھر اِس کے ”میثاق غلیظ“ ہونے میں کیا شبہ رہا؟ یہاں اِس رشتے کو اِس لفظ سے تعبیر فرما کر قرآن نے اِس کی اصلی عظمت واضح فرمائی ہے کہ مرد کو کسی حال میں بھی یہ بھولنا نہیں چاہیے کہ بیوی کے ساتھ اُس کا تعلق کچے دھاگے سے نہیں بندھا ہے بلکہ یہ رشتہ نہایت مُحکم رشتہ ہے اور اِس کے تحت جس طرح مرد کے حقوق ہیں، اُسی طرح بیوی کے بھی حقوق ہیں جن سے مرد کے لیے فرار

شریعت عرضداشت نمبر: 4/آف 2016

شریعت عرضداشت نمبر: 7/آف 2017

شریعت عرضداشت نمبر: 4/آف 2019

شریعت عرضداشت نمبر: 3/آف 2020

11

کی گنجائش نہیں ہے، اگر وہ ان سے بھاگنے کی
کوشش کرے گا تو اپنی فتوت کو بھی رسوا کرے گا
اور اپنے خدا کو بھی ناراض کرے گا۔“

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 335 پر

یوں رقمطراز ہیں:-

”پختہ عہد سے مراد نکاح ہے، کیونکہ وہ حقیقت میں
ایک مضبوط پیمانہ وفا ہے جس کے استحکام پر
بھروسہ کر کے ہی ایک عورت اپنے آپ کو ایک مرد
کے حوالہ کرتی ہے۔ اب اگر مرد اپنی خواہش سے اس
کو توڑتا ہے تو اسے وہ معاوضہ واپس لینے کا حق
نہیں ہے جو اس نے اس معاہدہ کرتے وقت پیش کیا
تھا۔ (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ حاشیہ نمبر ۲۵۱)“

8- وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ مصدرہ 28 مئی 2009 سلیم احمد

وغیرہ بنام حکومت پاکستان وغیرہ 43 FSC 2014 PLD میں اس طرح اظہار فرمایا

ہے:-

*“Marriage in Islam is a commendable
institution designed as a basic social unit.
Its main objectives are, inter alia, as
follows:-*

*(a) Procreation of children,
preservation and perpetuation of
the human race, through legitimate
sexual intercourse between a man
and a woman whose relationship
as husband and wife is publicly
declared and made known to the
society at large. The Holy Qur'an
says:--*

*“O Mankind, be conscious of your
duty to your Lord, who created you
from a single soul, created of like
nature, his mate, and from the two
created and spread many men and
women” (4 : 1)*

*“Your wives are for you to
cultivate: so go to your cultivation
whenever you wish, and take care
of what is for you, and heed God
and know that you will meet Him:.
(2 : 223)*

- (b) *Protection of morals through legally justified satisfaction of natural biological urges and, resultantly, curbing pre-marital or extra marital sex. The Holy Qur'an calls marriage 'Hisn' (حصن) which means a fortress, a castle i.e. protection against illegal sex relations. The Holy Qur'an referring to this aspect says:-*

"So marry them with their guardian's permission and give them their marriage portions as wives, they being chaste, nor committing fornication or having illicit friendship". (4 : 25)

At another place, the same point is highlighted with reference to the man":

"And respectable, believing women (are lawful) as well as respectable women from among those who are given the Book before you have given them their marriage portion and taken them in wedlock, nor fornicating or having illicit friendship" (5 : 5)

- (c) *Establishment of sound emotional, spiritual, happy, lovely and peaceful life-long companionship. The Holy Qur'an highlighted this aspect and says:-*

"And (one) of His signs is that He created for you, of yourselves, spouses so that you may console yourselves with them (and find rest and tranquility in them). He has set between you love and mercy". (30 : 21)

At another place, the relationship between the spouses has been described as that between 'the body and the garment'.

"They are garments for you and you are garments for them" (2 : 187)

Resembling the relationship of spouses to garment is very meaningful. The garment is

something nearest to the body, protecting it from exposure to anything harmful, covers and adorns it and adds to its beauty. The spouses are also supposed to be very close to each other, protecting each other's honour, life and property. This function of marriage is set forth in the form of prayer in a number of verses:

“Our Lord! Grant us in our spouses and our offspring the comfort of our eyes and make us a model for the heedful. (25 : 74)

My Lord! Make me keep up prayer and (also) let my offspring [do so]. Our Lord accept my, appeal! Our Lord, forgive me and my parents...”
(14, 40, 41)

9۔ بلاشبہ میثاقِ نکاح کو قائم رکھنے کی بہت زیادہ تاکید اور تلقین کی گئی

ہے۔ حق طلاق و خلع کے بے دریغ استعمال سے پختہ عہد ”میثاقاً غلیظاً“ ٹوٹ جاتا ہے اور اس مکرم و معظم رشتہ سے جنم لینے والی اولاد کسمپرسی، پریشانی اور غیر یقینی مستقبل کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس امر میں شک نہیں کہ شریعت میں طلاق اور خلع دونوں مباح تو ہیں لیکن ان کا شمار انتہائی ناپسندیدہ، مکروہ و مبغوض اعمال میں ہوتا ہے۔ اس لیے اس حق کا استعمال حتمی چارہ کار اور انتہائی لاعلاجی کی صورت میں کیا جانا چاہیے۔ لہذا طلاق کا اختیار اور طلب تفریق بذریعہ خلع کے حق کے استعمال سے پہلے قرآنی منشاء کہ رشتے قائم رہیں کی طرف راغب ہونا انتہائی ضروری ہے۔

سورة النساء کی آیت نمبر 19 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

وَ عَاثِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا
شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (19)

ترجمہ:- ان کے ساتھ اچھے سلوک سے رہو۔ اگر وہ تم کو ناپسند بھی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھدے۔

نبی پاک ﷺ کا ارشادِ مبارک بحوالہ سنن ابی داؤد اول کتاب الطلاق باب فی کراہیۃ الطلاق

حدیث نمبر ۲۰۹۲ درج ذیل ہے:-

أَبْعَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ الطَّلَاقُ

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/آف 2016

شریعت عرضیداشت نمبر: 7/آف 2017

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/آف 2019

شریعت عرضیداشت نمبر: 3/آف 2020

14

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب حقوق الزوجین صفحہ 51 پر اس

ضمن میں یوں رقمطراز ہیں:-

شریعت طلاق کو پسند نہیں کرتی۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے) اور تَزَوَّجُوا وَلَا تُطَلِّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَحِبُّ الذَّوَاقِينَ وَالذَّوَاقَاتِ (شادیاں کرو اور طلاق نہ دو۔ کیونکہ اللہ مزے چکھنے والوں اور مزے چکھنے والیوں کو پسند نہیں کرتا)۔ اس لئے مرد کو طلاق کا آزادانہ اختیار دینے کے ساتھ ایسی شرائط کا پابند کر دیا گیا ہے، جن کے ماتحت وہ اس اختیار کو محض ایک آخری چارہ کار کے طور پر ہی استعمال کر سکتا ہے۔

اس فلسفہ پر جناب مولانا محمد شفیع صاحب، مفتی اعظم پاکستان معارف

القران جلد اول صفحہ 556-557 میں آیت نمبر 230/229 کے معارف ومسائل پر بحث

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”لیکن بعض اوقات ایسی صورتیں بھی پیش آتی ہیں، کہ اصلاح حال کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں، اور تعلق نکاح کے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے طرفین کا آپس میں مل کر رہنا ایک عذاب بن جاتا ہے، ایسی حالت میں اس ازدواجی تعلق کا ختم کر دینا ہی طرفین کے لئے راحت اور سلامتی کی راہ ہو جاتی ہے، اس لئے شریعت اسلام نے بعض دوسرے مذاہب کی طرح یہ بھی نہیں کیا، کہ رشتہ ازدواج ہر حال میں ناقابلِ فسخ ہی رہے، بلکہ طلاق اور فسخ نکاح کا قانون بنایا، طلاق کا اختیار تو صرف مرد کو دیا، جس میں عادتاً فکرو تدبیر اور تحمل کا مادہ عورت سے زائد ہوتا ہے، عورت کے ہاتھ میں یہ آزاد اختیار نہیں دیا، تاکہ وقتی تاثرات سے مغلوب ہو جانا جو عورت میں بہ نسبت مرد کے زیادہ ہے وہ طلاق کا سبب نہ بن جائے، لیکن عورت کو بھی بالکل اس حق سے محروم نہیں رکھا کہ وہ شوہر کے ظلم و ستم سہنے ہی پر مجبور ہو جائے، اس کو یہ حق دیا کہ حاکم شرعی کی عدالت میں اپنا معاملہ پیش کر کے اور شکایات کا ثبوت دے کر نکاح فسخ کر اسکے یا طلاق حاصل کر سکے، پھر مرد کو طلاق کا آزادانہ اختیار تو دیدیا، مگر اول تو یہ کہہ دیا کہ اس اختیار کا استعمال کرنا اللہ کے نزدیک بہت مبغوض و مکروہ ہے، صرف مجبوری کی حالت میں اجازت ہے، حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

| | |
|---|---|
| <p>یعنی حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبعوض اور مکروہ اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔</p> | <p>ابغض الحلال الی اللہ الطلاق،</p> |
|---|---|

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب حقوق الزوجین صفحہ 50 میں ذیل

خاکہ کھینچتے ہیں:-

”اسلامی قانون ازدواج کی دوسری اصل یہ ہے کہ مناکحت کے تعلق کو امکانی حد تک مستحکم بنایا جائے اور جو مردوزن ایک مرتبہ اس رشتہ میں بندھ چکے ہوں ان کو باہم جمع رکھنے کی انتہائی کوشش کی جائے۔ مگر جب ان کے درمیان محبت اور موافقت کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور رشتہ مناکحت میں ان کے بندھے رہنے سے قانون کے اصل مقاصد فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ان کو نفرت و کراہت اور طبائع کی ناموافقت کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رکھنے پر اصرار نہ کیا جائے۔ اس صورت میں ان کے لئے اور سوسائٹی کے لئے بہتر یہی ہے کہ ان کی علیحدگی کا راستہ کھول دیا جائے۔ اس معاملہ میں اسلامی قانون نے فطرت انسانی کی رعایت اور تمدنی مصالح کی حفاظت کے درمیان ایسا صحیح توازن قائم کیا ہے، جس کی مثال دنیا کے کسی قانون میں نہیں مل سکتی۔ ایک طرف وہ رشتہ نکاح کو مستحکم بنانا چاہتا ہے، مگر نہ اتنا مستحکم جتنا ہندو مذہب اور مسیحیت میں ہے کہ زوجین کے لئے مناکحت کی زندگی خواہ کتنی ہی شدید مصیبت بن جائے، بہر حال وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوسکیں۔ دوسری طرف وہ علیحدگی کے راستے کھولتا ہے، مگر نہ اتنے آسان جتنے روس، امریکہ اور مغرب کے اکثر ممالک میں ہیں کہ ازدواجی تعلق میں سرے سے کوئی پائیداری ہی باقی نہ رہی اور رشتہ ازدواج کی کمزوری سے عائلی زندگی کا سارا نظام درہم برہم ہونے لگا۔“

10- اب تصویر کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ کیجیے۔ طلاق کی طرح خلع کی

ناپسندیدگی بھی اظہر من الشمس ہے۔ خلع کا حق حق طلاق کا ہم پلہ، مساوی، متوازی

اور یکساں نسوانی حق قرار پایا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ مرد طلاق کا حق آزادانہ طور

پر استعمال کرسکتا ہے جبکہ عورت کو خلع کی صورت میں طلب تفریق کا قطعی حق دیا

گیا ہے۔ جس طرح طلاق ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے اسی بنیاد پر مباح ہونے کے

باوجود خلع بھی ناپسندیدہ ہے بالخصوص جب مرد قصور وار نہ ہو اور عورت کے حقوق کی

شریعت عرضداشت نمبر: 4/آف 2016

شریعت عرضداشت نمبر: 7/آف 2017

شریعت عرضداشت نمبر: 4/آف 2019

شریعت عرضداشت نمبر: 3/آف 2020

16

پامالی کا مرتکب بھی نہ ہو۔ ناپسندیدگی کا اظہار نبی پاک ﷺ نے، بحوالہ حقوق الزوجین

صفحہ 59، ذیل الفاظ میں فرمایا ہے:-

”إِنَّ اللَّهَ لَا يَحِبُّ الدَّوَاقِينَ
وَالدَّوَاقَاتِ
اللہ مزے چکھنے والوں
اور مزے چکھنے والیوں
کو پسند نہیں کرتا۔

لَعَنَ اللَّهُ كُلَّ دَوَاقٍ مَطْلَاقٍ-
ہر طالب لذت بکثرت
طلاق دینے والے پر اللہ
نے لعنت کی ہے۔

أَيُّمَا امْرَأَةٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ
زَوْجِهَا بَغَيْرِ نُسُوزٍ فَعَلَيْهَا
لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ
أَجْمَعِينَ الْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ
الْمُنَافِقَاتُ.
جس کسی عورت نے
اپنے شوہر سے اس کی
کسی زیادتی کے بغیر خلع
لیا اس پر اللہ اور ملائکہ
اور سب لوگوں کی لعنت
ہو گی۔ خلع کو کھیل
بنالینے والی عورتیں
منافق ہیں۔“

11- مگر شریعت دین فطرت ہونے کے ناطے انسانی طبعیت، حالات کی

نزاکت اور زندگی کے نشیب و فراز سے پوری طرح باخبر ہے اس لیے سورہ بقرہ کی آیت
۲۲۹ میں وہ تمام اصول وضوابط متعین کئے گئے جو ازدواجی زندگی کے مختلف مراحل
اور حالات کا احاطہ کرتی ہیں۔

12- چونکہ اس وقت مسئلہ طلبِ تفریق بصورتِ خلع کا فدیہ/معاوضہ یا بدل خلع

کے حوالہ سے زیر بحث ہے اس لیے ”تَسْرِیْحُ بِإِحْسَانٍ“ کے فلسفہ کو ملحوظ رکھ کر یہ تعین
کرنا ہے کہ:-

(۱) کیا بوقتِ فسخ نکاح بصورتِ خلع قرآن مجید
شوہر کے لیے مال کی واپسی کے ضمن میں
کوئی خاص شرح، مقدار معین کرتا ہے؟

(۲) سوال نمبر (۱) کا جواب نفی میں ہو تو کیا سنت
میں یہ شرح/مقدار معین و مقرر ہے؟

(۳) کیا متنازعہ قانون قرآن و سنت سے متصادم
ہے؟

13- مذکورہ بالا سوالات کو قرآن و سنت کی روشنی میں جانچنے سے قبل اسلام

کے اس آفاقی اور غیر متنازعہ مسلمہ اصول کا تذکرہ ضروری ہے کہ اگر شوہر بزعم خود

شریعت عرضداشت نمبر: 4/ا ف 2016

شریعت عرضداشت نمبر: 7/ا ف 2017

شریعت عرضداشت نمبر: 4/ا ف 2019

شریعت عرضداشت نمبر: 3/ا ف 2020

17

طلاق کا اعلان کرے یا طلاق دینا چاہے توحق مہر، تحفہ تحائف یا کوئی چیز جو شوہر بیوی کو دے چکا ہے قطعاً واپس لینے کا مجاز نہیں۔ نص قرآن میں صریحاً اس کی ممانعت موجود ہے۔ ایسے لوگ ظالم قرار دیے گئے اور حدود اللہ میں تجاوز کے مرتکب قرار پائیں گے۔

قرآن مجید کی سورہ نساء آیت نمبر 20 اور 21 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

B- وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۖ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِنَّمَا مُبِينًا (4:20)

اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم نے ایک کو ڈھیروں مال دے رکھا ہو تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو، کیا تم بہتان لگا کر اور کھلی ہوئی حق تلفی کر کے اس کو لو گے؟

وَ كَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيثَاقًا عَلَیْهَا (4:21)

اور کس طرح اس کو لو گے جب کہ تم ایک دوسرے کے آگے بے حجاب ہو چکے ہو اور انہوں نے تم سے مضبوط عہد لے رکھا ہے۔

خلاصہ تفسیر (معارف القرآن جلد دوم صفحہ 349 - 350) میں مولانا محمد

شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ :-

”اور اگر تم (خود اپنی رغبت کی وجہ سے) بجائے ایک بیوی کے (یعنی پہلی کے) دوسری بیوی کرنا چاہو (اور پہلی بیوی کا کوئی قصور نہ ہو) اور تم اس ایک کو (مہر میں یا ویسے ہی بطور ہبہ و عطیہ کے) انبار کا انبار مال دے چکے ہو (خواہ ہاتھ میں سونپ دیا، یا خاص مہر کے لئے صرف معاہدہ میں دینا کیا ہو) تو تم اس (دیئے ہوئے یا معاہدہ کئے ہوئے) میں سے (عورت کو تنگ کر کے) کچھ بھی (واپس) مت لو (اور معاف کرنا بھی حکماً واپس لینا ہے) کیا تم اس کو (واپس) لیتے ہو (اس کی ذات پر نافرمانی یا بدکاری کا) بہتان رکھ کر اور (اس کے مال میں) صریح گناہ (یعنی ظلم) کے مرتکب ہو کر (خواہ بہتان صراحتاً ہو یا کہ اس طور پر دلالت ہو کہ اوپر صرف نافرمانی و بدکرداری کی صورت میں اس سے مال لینے کی اجازت تھی، پس جب اس سے مال لیا تو گویا اس کو نافرمان و بدکردار دوسروں کے ذہن میں تصور کرایا اور ظلم مالی کی وجہ ظاہر ہے کہ بغیر خوش دلی کے عورت نے دیا، اور ہبہ کی صورت میں یہ ظلم اس لئے کہ زوجین کے آپس میں کوئی کسی کو ہدیہ دیدے تو اب اس سے واپس لینے کا شرعاً کوئی حق نہیں، اور واپس لے گا تو وہ ایک قسم کا غصب ہوگا، اور بہتان بھی اسی سے لازم

آتا ہے، کیونکہ واپس لینا گویا یہ کہنا ہے کہ یہ میری زوجہ نہ تھی، اس کا بہتان ہونا ظاہر ہے، کہ اس کو دعوت زوجیت میں کاذبہ اور معاشرت میں فاسقہ ٹھہراتا ہے اور تم اس (دیئے ہوئے) کو (حقیقہً یا حکماً) کیسے لیتے ہو حالانکہ (علاوہ بہتان و ظلم کے اس کے لینے سے دو امر اور بھی مانع ہیں، ایک یہ کہ) تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو (یعنی صحبت ہو چکی ہے، یا خلوتِ صحیحہ کہ وہ بھی حکمِ صحبت میں ہے، بہر حال انہوں نے اپنی ذات تمہارے تمتع و تلذذ کے لئے تمہارے سپرد کردی ہے، اور مہر اسی سپردگی کا معاوضہ ہے، پس مبدل منہ کو حاصل کر کے بدل کو واپس لینا یا کہ نہ دینا عقلِ سلیم کے بالکل خلاف ہے، اور اگر وہ مالِ مہر نہیں بلکہ عطیہ تھا تو یہ بے حجابانہ ملاقات اثرزوجیت کی وجہ سے مانع ہے، اور اصل مانع زوجیت ہے) اور (دوسرا مانع یہ کہ) وہ عورتیں تم سے ایک گاڑھا اقرار (یعنی عہدمستحکم) لے چکی ہیں (وہ عہد وہ ہے کہ نکاح کے وقت تم نے مہر اپنے ذمہ رکھا تھا اور عہد کر کے خلاف کرنا یہ بھی عقل کے نزدیک مذموم ہے، اور اگر وہ بہہ اور عطیہ ہے تو قبل بے حجابانہ ملاقات کے یہ عہد بھی اثرزوجیت ہونے کی وجہ سے واپسی بہہ سے مانع ہے، غرض چار موانع کے ہوتے ہوئے واپسی نہایت ہی مذموم ہے“

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن جلد دوم صفحہ 353 معارف

و مسائل میں لکھتے ہیں:-

”اگلی دو آیتوں میں بھی اسی مضمون کا تفصیلی بیان ہے، ارشاد ہے کہ جب عورت کی طرف سے کوئی سرکشی یا بے حیائی کا کام سرزد نہ ہو، مگر شوہر محض اپنی طبعی خواہش اور خوشی کے لئے موجودہ بیوی کو چھوڑ کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، تو اس صورت میں اگر وہ ڈھیروں مال بھی اس کو دے چکا ہے اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس سے دیئے ہوئے مال کا کوئی حصہ طلاق کے معاوضہ میں واپس لے، یا واجب الاداء مہر کو معاف کرائے، کیونکہ عورت کا کوئی قصور نہیں، اور جس سبب سے مہر واجب ہوتا ہے وہ سبب بھی پورا ہو چکا ہے، یعنی عقد نکاح بھی ہو گیا اور دونوں آپس میں بے حجابانہ مل بھی چکے ہیں، تو اب دیا ہو مال واپس لینے یا واجب الاداء مہر کے معاف کرانے کا اس کو کوئی حق نہیں ہے،

اس کے بعد اس رقم کی واپسی کے ظلم و گناہ ہونے کو تین مرحلوں میں بیان فرمایا گیا اول فرمایا: اَتَاخَذُوْنَهُ بُهْتَانًا وَاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ یعنی کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بیوی پر زنا وغیرہ کے بہتان لگانے کا گھلا گناہ کر کے اپنا مال واپس لینے کا راستہ نکالو“ یعنی جب یہ

معلوم ہو چکا کہ دیا ہو مال واپس لینا صرف اس وقت جائز ہے، جبکہ بیوی کسی ناشائستہ حرکت کی مرتکب ہو، تو اب اس سے مال واپس لینا درحقیقت اس کا اعلان کرنا ہے کہ اس نے کوئی ناشائستہ حرکت بے حیائی وغیرہ کی ہے، خواہ زبان سے اس پر تہمت زنا کی لگائے یا نہ لگائے، بہر حال یہ ایک صورت تہمت اور بہتان کی ہے جس کا اثم مبین یعنی کھلا گناہ عظیم ہونا ظاہر ہے،

دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا گیا: وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ، ”یعنی اب تم اپنا مال ان سے کیسے واپس لے سکتے ہو، جبکہ صرف عقد نکاح ہی نہیں بلکہ خلوت صحیحہ اور ایک دوسرے سے بے حجابانہ ملنا بھی ہو چکا ہے، کیونکہ اس صورت میں دیا ہو مال اگر مہر کا ہے تو عورت اس کی پوری مستحق اور مالک ہو چکی ہے، کیونکہ اس نے اپنے نفس کو شوہر کے سپرد کر دیا، اب اس کی واپسی کے کوئی معنی نہیں، اور اگر دیا ہو مال ہدیہ تحفہ کا ہے تو بھی اب اس کی واپسی ممکن نہیں، کیونکہ میاں بیوی جو آپس میں ایک دوسرے کو بہہ کریں اس کی واپسی نہ شرعاً جائز ہے اور نہ قانوناً نافذ کی جاتی ہے، غرض ازدواجی تعلق بہہ کی واپسی سے مانع ہے“

سورہ بقرہ کی آیت نمبر 229 تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 175 میں مولانا

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

”یعنی مہر اور وہ زیور اور کپڑے وغیرہ، جو شوہر اپنی بیوی کو دے چکا ہو، ان میں سے کوئی چیز بھی واپس مانگنے کا اسے حق نہیں ہے۔ یہ بات ویسے بھی اسلام کے اخلاقی اصولوں کی ضد ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی چیز کو، جسے وہ دوسرے شخص کو بہہ یا ہدیہ و تحفہ کے طور پر دے چکا ہو، واپس مانگے۔ اس ذلیل حرکت کو حدیث میں اُس کُتے کے فعل سے تشبیہ دی گئی ہے، جو اپنی ہی قے کو خود چاٹ لے۔ مگر خصوصیت کے ساتھ ایک شوہر کے لیے تو یہ بہت شرمناک ہے کہ وہ طلاق دے کر رخصت کرتے وقت اپنی بیوی سے وہ سب کچھ رکھوالینا چاہے جو اس نے کبھی اسے خود دیا تھا۔ اس کے برعکس اسلام نے یہ اخلاق سکھائے ہیں کہ آدمی جس عورت کو طلاق دے، اُسے رخصت کرتے وقت کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرے۔ جیسا کہ آیت ۲۴۱ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔“

تدبرقرآن جلد دوم صفحہ 43 پر امین احسن اصلاحی صاحب یوں رقمطراز

ہیں:-

”...یہ مردکی فتوت کے بالکل منافی ہے کہ جس عورت کے ساتھ اُس نے زندگی بھر کا پیمانہ وفا باندھا، جو ایک

نہایت مضبوط میثاق کے تحت اُس کے حوالہ عقد میں آئی، جس نے اپنا سب ظاہر و باطن اُس کے لیے بے نقاب کر دیا اور دونوں نے ایک مدت تک یک جان و دو قالب ہو کر زندگی گزاری، اُس سے جب جدائی کی نوبت آئے تو اپنا کھلایا پہنایا اُس سے اگلوانے کی کوشش کی جائے، یہاں تک کہ اس ذلیل غرض کے لیے اُس کو بہتانوں اور تہمتوں کا ہدف بھی بنایا جائے۔“

14۔ اگر علیحدگی اور جدائی کا محرک مرد ہے۔ محض مطلق مرضی، منشاء عالی یا عقد ثانی کی غرض اور عورت کے کسی قصور اور خطاء کے بغیر طلاق دینے پر مُصِرّ ہے تو پھر مرد عورت سے کچھ طلب نہیں کر سکتا۔ اس حوالہ سے سورہ بقرہ کی آیت نمبر 229 اور سورہ نساء کی آیت نمبر 21 کے تحت مرد کا دیا ہوا حق مہر ہر لحاظ سے ناقابل واپسی ہے۔ شوہر ادائ شدہ حق مہر بشمول کوئی دیا ہوا تحفہ تحائف، ہدیہ یا ہبہ وغیرہ بیوی سے بازیافتگی کا حق نہیں رکھتا ہے۔ سورہ النساء کی آیت مبارکہ 21 کی روشنی میں باآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اگر طلاق شوہر اپنی مرضی سے اور بیوی کے کسی قصور و خطاء کے بغیر دے رہا ہے یا دے چکا ہے تو حق مہر رسمیت شوہر کو کوئی بھی شے، جو بطور تحفہ، ہبہ وغیرہ دے چکا ہے، واپس لینے کا کوئی حق واستحقاق نہیں رکھتا۔

15۔ اسلام کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ دین فطرت ہونے کے ناطے اسلام انسانی آزادی، عزت نفس کے وقار اور زندگی کی اصل مقصد و مآخذ کے حصول کا داعی ہے اور اگر ازدواجی حالات اس نہج تک پہنچ جائیں کہ کسی بھی صورت میں نباہ نہ ہو سکے، ساتھ رہنا ممکن نہ ہو، ایک دوسرے سے منافرت بڑھ جائے، کدورت پیدا ہو تو ایسی صورت میں جدائی اور علیحدگی کی اجازت ہے۔ مگر یہ اختیار بھی مروجہ قانون و اصول جو قرآن مجید اور حدیث شریف میں موجود ہیں کی بنیاد پر اور ان کو بروئے کار لاتے ہوئے استعمال کرنی چاہیے۔

16۔ خلع کا جواز اور خلع کی بنیاد سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 229 سے ماخوذ ہے:-

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ

شریعت عرضداشت نمبر: 4/آف 2016

شریعت عرضداشت نمبر: 7/آف 2017

شریعت عرضداشت نمبر: 4/آف 2019

شریعت عرضداشت نمبر: 3/آف 2020

21

ترجمہ:- اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں (زوجین) اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں اس میں کہ عورت بدلہ دے کر چھوٹ جائے۔

اس آیت میں حدود اللہ سے مراد باہمی معاشرت کے احکام ہیں۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی رو سے میاں بیوی کو اجازت مرحمت فرمائی گئی ہے کہ اگر دونوں اس نتیجے تک پہنچ جائیں کہ رشتہ ازدواج کے قیام کی صورت میں وہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو بیوی بدلہ دے کر خلاصی لے سکتی ہے۔ تاہم بدلہ کے طور پر کوئی خاص رقم، مقدار مال جنس نوعیت و شرح بلکہ حق مہر تک کا ذکر موجود نہیں بالفاظ دیگر پہرہ نمبر B-13 میں متذکرہ آفاقی اصول میں ایک استثناء دیا گیا ہے۔

17۔ حق طلب تفریق بذریعہ خلع کا فلسفہ اور بنیاد قرآنی حکم ”فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ“ پر ہے کہ اگر وہ دونوں یعنی میاں بیوی کو خوف ہو وہ اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے عورت کچھ معاوضہ دے کر عقد نکاح سے آزاد ہو جائے۔ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں مال کی واپسی یا فدیہ کا کوئی شرح مقدار مقرر نہیں ہے اور اس ضمن میں قانون کا سارا مدار، منبع اور ماخذ ابن ماجہ کی وہ حدیثیں ہیں جو حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیویوں کے معاملہ سے متعلق ہیں کہ جس کی رو سے دونوں بیویوں نے حق مہر میں ملے ہوئے باغ واپس کر دیے اور نکاح فسخ ہوئے۔ اگر عورت یہ حق محض مرضی و منشاء عالی کے طور پر اور ناپسندیدگی کی بنیاد پر استعمال کرتی ہے جبکہ شوہر حقوق کی ادائیگی، احترام و عزت کی بجا آوری میں بالکل قصور وار نہیں تو ایسی صورت میں لازمی ہے کہ عورت بھی مال کی قربانی گوارا کرے۔

18۔ پھر تصفیہ طلب امر یہ ہے کہ فدیہ کیا ہو یا اس کا تعین کیسے کیا جائے گا؟ ایسی صورت میں اسلام کے دوسرے ماخذ قانون کی طرف رجوع کرنا لازمی ہے۔ اس ضمن میں حدیث شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلع کا سب سے مشہور مقدمہ وہ ہے جس میں حضرت ثابت بن قیسؓ سے ان کی بیویوں نے خلع حاصل کیا ہے۔ ان

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/ا آف 2016

شریعت عرضیداشت نمبر: 7/ا آف 2017

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/ا آف 2019

شریعت عرضیداشت نمبر: 3/ا آف 2020

واقعات کا نقشہ سیدابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی کتاب حقوق الزوجین میں صفحہ 63

تا 67 پر یوں کھینچا ہے:-

اس مقدمہ کی تفصیلات کے مختلف ٹکڑے احادیث میں وارد ہوئے ہیں جن کو ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ثابت سے ان کی دو بیویوں نے خلع حاصل کیا تھا۔ ایک بیوی جمیلہ بنت ابی بن سلول (عبداللہ ابن ابی کی بہن) کا قصہ یہ ہے کہ انہیں ثابت کی صورت ناپسند تھی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خلع کے لئے مرافعہ کیا اور ان الفاظ میں اپنی شکایت پیش کی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا يَجْمَعُ رَأْسِي وَرَأْسَهُ شَيْئٌ أَبَدًا اِنِّي رَفَعْتُ جَانِبَ الْخَبَاءِ فَرَأَيْتَهُ اَقْبَلَ فِي عِدَّةٍ فَاِذَا هُوَ اَشْدَهُمْ سَوَادًا وَاَقْصَرَهُمْ قَامَةً وَاَقْبَحَهُمْ وَجْهًا۔ (ابن جریر)

یا رسول اللہ میرے اور اس کے سر کو کوئی چیز کبھی جمع نہیں کر سکتی۔ میں نے اپنا گھونگھٹ جواٹھایا تو وہ سامنے سے چند آدمیوں کیساتھ آ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ان سب سے زیادہ کالا اور سب سے زیادہ پستہ قد اور سب سے زیادہ بد شکل تھا۔

وَاللّٰهُ مَآكْرَهْتَ مِنْهُ دِينًا وَلَا خَلْقًا إِلَّا اِنِّي كَرِهْتُ دِمَامَتَهُ (ابن جریر)
خدا کی قسم میں دین یا اخلاق کی کسی خرابی کے سبب سے اس کو ناپسند نہیں کرتی بلکہ مجھے اس کی بد صورتی ناپسند ہے۔

وَاللّٰهُ لَوْلَا مَخَافَةُ اللَّهِ اِذَا دَخَلَ عَلَيَّ بَصَقْتُ فِيَّ وَجْهَهُ (ابن جریر)
خدا کی قسم اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو جب وہ میرے پاس آیا تھا۔ اس وقت میں اس کے منہ پر ٹھوک دیتی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ بِي مِنَ الْجَمَالِ مَا تَرَى وَثَابِتَ رَجُلٍ دَمِيمٍ (عبدالرزاق بحوالہ فتح الباری)
یا رسول اللہ میں جیسی خوبصورت ہوں آپ دیکھتے ہیں اور ثابت ایک بد صورت شخص ہے۔

وَمَا اَعْتَبَ عَلَيْهِ فِي خَلْقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ (بخاری و نسائی)
میں اس کے دین اور اخلاق پر کوئی حرف نہیں رکھتی۔ مگر مجھے اسلام میں کفر کا خوف ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شکایت سنی اور فرمایا کہ اتر دین علیہ حدیقتہ الّتی اعطاک؟ ”جواباً تجھ کو اس نے دیا تھا وہ تو واپس کر دے گی؟“ انہوں نے

عرض کیا ہاں یا رسول اللہ، بلکہ وہ زیادہ چاہے تو زیادہ بھی دوں گی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اَمَّا الزَّيَادَةُ فَلَا وَلَكِنْ حَقِيقَةً۔ ”زیادہ تو نہیں مگر تو اس کا باغ واپس کر دے۔“ پھر ثابت کو حکم دیا کہ اقبل الحديقة وطلقها تطليقة ”باغ قبول کر لے اور اس کو ایک طلاق دیدے۔“ (بخاری و نسائی)

ثابت کی ایک اور بیوی حَبِيبَةُ بنت سہل الانصاریہ تھیں جن کا واقعہ امام مالکؒ اور ابو داؤد نے اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک روز صبح سویرے حضورؐ اپنے مکان سے باہر نکلے تو حبیبہ کو کھڑا پایا۔ دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ لا انا ولا ثابت بن قیس۔ ”میری اور ثابت کی نبھ نہیں سکتی۔“ جب ثابت حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ حبیبہ بنت سہل ہے، اس نے بیان کیا جو کچھ اللہ نے چاہا کہ بیان کرے۔ حبیبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ ثابت نے مجھے دیا ہے وہ سب میرے پاس ہے۔ حضورؐ نے ثابت کو حکم دیا کہ وہ لے لے اور اس کو چھوڑ دے بعض روایتوں میں خَلَّ سَبِيلَهَا کے الفاظ ہیں اور بعض میں فَارَقَهَا۔ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ ابو داؤد اور ابن جریر نے حضرت عائشہؓ سے اس واقعہ کو اس طرح روایت کیا ہے کہ ثابت نے حبیبہ کو اتنا ماراتھا کہ ان کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ حبیبہ نے اگر حضورؐ سے شکایت کی آپ نے ثابت کو حکم دیا کہ خذ بعض مالها وفارقها، اس کے مال کا ایک حصہ لے لے اور جدا ہو جا۔

مگر ابن ماجہ نے حبیبہ کے جو الفاظ نقل کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حبیبہ کو بھی ثابت کے خلاف جو شکایت تھی وہ ماریپیٹ کی نہیں بلکہ بد صورتی کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے وہی الفاظ کہے جو دوسری احادیث میں جمیلہ سے منقول ہیں، یعنی اگر مجھے خدا کا خوف نہ ہوتا تو ثابت کے منہ پر تھوک دیتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک عورت اور مرد کا مقدمہ پیش ہوا۔ آپ نے عورت کو نصیحت کی اور شوہر کے ساتھ رہنے کا مشورہ دیا۔ عورت نے قبول نہ کیا۔ اس پر آپ نے اسے ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا جس میں کوڑا کرکٹ بھرا ہوا تھا۔ تین دن قید رکھنے کے بعد آپ نے اسے نکالا اور پوچھا کہ تیرا کیا حال رہا۔ اس نے کہا خدا کی قسم مجھ کو انہی راتوں میں راحت نصیب ہوئی ہے۔ یہ سن کر عمرؓ نے اس کے شوہر کو حکم دیا کہ اِخْلَعْهَا وَيَحْكَمْ وَلَوْ مِنْ قَرْطِهَا۔ اس کو خلع دے دے خواہ وہ اس کے کان کی بالیوں کے عوض ہی میں ہو۔

رُبَيْع بنت مُعَوِّذ بن عَفْرَاء نے اپنے شوہر سے اپنی تمام املاک کے معاوضہ میں خلع حاصل کرنا چاہا۔ شوہر نے نہ مانا۔ حضرت عثمانؓ کے پاس مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو حکم دیا کہ اس کی چوٹی کا

شریعت عرضداشت نمبر: 4/آف 2016

شریعت عرضداشت نمبر: 7/آف 2017

شریعت عرضداشت نمبر: 4/آف 2019

شریعت عرضداشت نمبر: 3/آف 2020

24

موباف تک لے لے اور اس کو خلع دے دے۔ فاجازہ وامرُلا
باخذ عقاس رأسها فما دونہ۔

19۔ مندرجہ بالا واقعات سے یہ بات قطعی طور پر پایہ ثبوت تک پہنچی ہے کہ

حق مہرمیں ملا ہوا مال واپس ہوا اور نکاح فسخ ہوا۔ حالانکہ حضرت ثابتؓ کی بیوی نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ زیادہ چاہے تو زیادہ بھی
دونگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا زیادہ تو نہیں۔

20۔ خلع کے معاوضے کے بارے میں محترم (متوفی) ڈاکٹر تنزیل الرحمن

صاحب اپنی کتاب مجموعہ قوانین اسلام جلد دوم صفحہ ۱۹۲ باب خلع ومبارات کی دفعہ

۱۱۳ جو خلع کے معاوضے کی مقدار سے متعلق ہے، لکھتے ہیں:-

خلع کے معاوضے کی مقدار: ۱۱۳۔ شوہر اس

امر کا مجاز ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو مہر یا اس
کی رقم سے کم یا زائد کے عوض خلع دے
لیکن زوجہ کی اس معاوضے پر نارضا مندی
کی صورت میں عدالت حالات مقدمہ کے پیش
نظر معاوضہ کا تعین کرنے کی مجاز ہو گی۔

تشریح

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:
وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَهُنَّ
قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا

”(یعنی اگر تم ایک بیوی کے بجائے دوسری
بیوی کرنے کا ارادہ کرو اور تمہاری بیویوں
میں سے کوئی ایک بیوی اس کے صلے میں
بہت سا مال دے تو تم اس مال سے کچھ نہ لو“)

یہ حکم اس مصلحت کی بناء پر ہے کہ ایسے
موقع پر ایک مصیبت تو عورت پر مرد کی جانب
سے یہ ہوتی ہے کہ اس کے شوہر نے اسے
چھوڑ دیا اور دوسری مصیبت یہ کہ شوہر اس
سے خلع کے بدلے مال بھی لے۔

چنانچہ قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیات
اپنے وسیع مفہوم میں شوہر کو اپنی بیوی سے
خلع کے بدلے کسی بھی معاوضے لینے کو منع
کرتی ہے جب کہ خلع کا سبب خود مرد ہو۔
بالفاظ دیگر اگر نا اتفاقی شوہر کی جانب سے ہو
تو شوہر کے لیے اپنی بیوی سے خلع کا
معاوضہ لینا ممنوع ہے۔

ہدایہ:

ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر نشوز (نافرمانی) شوہر کی جانب سے ہو تو اس کا اپنی بیوی سے خلع کا معاوضہ لینا مکروہ ہے۔ اور اگر نشوز بیوی کی طرف سے ہو تو اس صورت میں شوہر بیوی سے صرف اپنا دیا ہوا مال واپس لے سکتا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔

حدیث نبوی سے استدلال:

شوہر کے لیے اپنے دئے ہوئے مال سے زائد نہ لینے کی دلیل رسول کریمؐ کا وہ قول ہے جو حضورؐ نے ثابت بن قیس کی بیوی کے متعلق اس صورت میں فرمایا تھا جب کہ نااتفاقی عورت کی جانب سے تھی چنانچہ جب ثابت بن قیس کی بیوی نے رسول کریمؐ کو جواب دیا کہ جی ہاں! باغ بھی واپس کر دوں گی اور اس کے علاوہ کچھ مال بھی دوں گی تو رسول کریمؐ نے ”اما الزیادۃ فلا“ کہہ کر زیادہ دینے سے منع فرمایا۔ عطاء بن عازب سے بھی ایک روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اپنی خلع لینے والی بیوی سے صرف وہی مال واپس لو جو تم نے اپنی بیوی کو دیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ لو۔

مصنف محترم نے استدلال کے لئے ذیل کُتب کا حوالہ دیا ہے:-

- ۱۔ فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۱۹۹۔
- بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد ۳، باب الخلع، صفحہ ۱۵۲۔
- ۲۔ مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد ۱، صفحہ ۴۴۷۔
- ۳۔ بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۱۵۱۔
- بحر الرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۳۱۱ ہجری، جلد ۴، صفحہ ۷۷۔
- ۴۔ سورة النساء آیت ۲۰۔
- ۵۔ ہدایہ (عربی) مرغینانی، مطبوعہ دیوبند، ۱۳۸۰ ہجری، جلد ۲، صفحہ ۳۸۴۔
- فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۲۰۳۔
- مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد ۱، صفحہ ۴۴۷۔
- ۶۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، مطبوعہ دکن، ۱۳۵۳ ہجری، جلد ۷، صفحہ ۳۱۴۔
- ۷۔ فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۲۰۴۔
- السنن الکبریٰ، مطبوعہ دکن، ۱۳۵۳ ہجری، جلد ۷، صفحہ ۳۱۴۔

21۔ حضرت امیر عمرؓ کا دور خلافت قانون سازی کے حوالے سے ایک ممتاز

مقام رکھتا ہے اور انتہائی معروف دور گزرا ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے حق مہر کی مقدار

کا تعین کیا جس پر ایک خاتون نے اعتراض کیا۔ یہ واقعہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اپنی

کتاب ”الفقہ الاسلامی وادلتہ“ جلد نمبر 7 کے صفحہ 255 میں اس طرح درج کیا ہے:

حينما أراد عمر بن الخطاب رضي الله عنه تحديد المهور،
فنهى أن يزاد في الصداق على أربع مائة درهم، وخطب
الناس فيه، فقال: لا تُغْلُوا في صداق النساء، فإنها لو كانت

مكرمة في الدنيا أو تقوى في الآخرة، كان أولاكم بها رسول الله ﷺ، ما أصدق قط امرأة من نسائه ولا بناته فوق اثنتي عشر أوقية - أي من الفضة - فمن زاد على أربعمئة شيئاً، جعلت الزيادة في بيت المال، فقالت له امرأة من قریش بعد نزوله من المنبر: ليس ذلك إليك يا عمر، فقال: ولم؟ قالت: لأن الله تعالى يقول: وآتیتم إحداهن قنطاراً فلا تأخذوا منه شيئاً، أتأخذونه بهتاناً وإثماً مبيناً فقال عمر: امرأة أصابت، ورجل أخطأ.

ترجمہ:

جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مہر کی مقدار کا تعین کرنا چاہا تو انہوں نے مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کو چار سو درہم تک بڑھانے سے منع کر دیا اور اس بارے میں لوگوں سے خطاب کیا کہ عورتوں کے مہر میں حد سے تجاوز نہ کرو کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت یا آخرت میں پرہیزگاری کی سبب ہوتیں تو تم میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ اس کے حقدار تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنی بیویوں یا بیٹیوں میں سے کسی کو بارہ اونس چاندی سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا۔ جو بھی چار سو سے بڑھا دے تو وہ خزانے میں جمع ہوگا، پھر آپ رضی اللہ عنہ جب منبر سے اترے تو قریش کی ایک عورت نے ان سے کہا، اے عمر رضی اللہ عنہ آپ یہ نہیں کرسکتے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں؟ اس نے کہا: کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اور تم اس بیوی کو (مال کا) انبار دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عورت نے صحیح کہا، جبکہ آدمی نے غلطی کی۔

22- حافظ عماد الدین ابن کثیر نے بھی تفسیر ابن کثیر میں ذکر کیا ہے۔ وہ اپنی

کتاب ”تفسیر القرآن العظیم“ جلد اول کے صفحہ 367 پر لکھتے ہیں:-

----- عن مسروق قال : ركب عمر بن الخطاب منبر رسول الله ﷺ ثم قال : أيها الناس ما إكثركم في صداق النساء ، وقد كان رسول الله ﷺ وأصحابه والصدقات فيما ينهم أربعمئة درهم ، فمادون ذلك ، ولو كان الإكثار في ذلك تقوى عند الله أو كرامة لم تسبقوهم إليها - فلأعرفن ما زاد رجل في صداق امرأة على أربعمئة درهم، قال : ثم نزل، فاعترضته امرأة من قریش فقالت : يا أمير المؤمنين نهيت الناس أن يزيدوا في مهر النساء على أربعمئة درهم؟ قال : نعم فقالت أما سمعت ما أنزل الله في القرآن؟ قال : وأي ذلك؟ فقالت : أما سمعت الله يقول (وآتیتم إحداهن قنطاراً) الآية قال : فقال اللهم غفرا، كل الناس أفتقه من عمر ، ثم رجع فركب المنبر فقال : أيها الناس إني كنت نهيتكم أن تزيدوا النساء في صدقاتهن على أربعمئة درهم فمن شاء أن يعطى من ماله ما أحب ، قال أبو يعلى : وأظنه قال : فمن طابت نفسه فليفعل،

ترجمہ:

--- مسروق نے روایت کیا کہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: اے لوگو، تم عورتوں کی مہر میں زیادتی سے کام لے رہے ہو، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب چار سو درہم یا اس سے کم مہر مقرر کرتے رہے ہیں، اگر زیادہ مقرر کرنا زیادہ تقویٰ کا سبب ہوتا، یا یہ کوئی اعزاز کی بات ہوتی تو رسول اللہ ﷺ سب سے آگے ہوتے، تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی بھی چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرے، راوی کہتا ہے پھر وہ نیچے اتر آئے تو قریش کی ایک عورت نے اس پر اعتراض کیا اور کہا: اے امیر المؤمنین، کیا آپ نے لوگوں کو عورتوں کا مہر چار سو درہم تک بڑھانے سے منع کیا تھا؟ اس نے کہا: ہاں، اس نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ نے قرآن میں کیا نازل کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: کیا تم نے خدا کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ "اور تم اس بیوی کو (مال کا) انبار دے چکے ہو آیت؟ راوی نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ بخش دے، تمام لوگ عمر سے زیادہ علم والے ہیں، پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: اے لوگو، میں نے تم کو منع کیا تھا کہ عورتوں کے مہر میں چار سو درہم سے تجاوز نہ کرو، پس جو کوئی دینا چاہے۔ اس کے مال میں سے جو وہ پسند کرتا ہے۔ ابو یعلیٰ نے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا: جسے اچھا لگے، وہ ایسا کرے۔

23۔ مہر طلاق اور خلع کے حوالہ سے قانون سازی انتہائی نازک اور باریک

مسئلہ ہے۔ معمولی غلطی، غفلت، عدم توجہی یا ان معاملات سے متعلق علمی کم مائیگی سنگین اور بھیانک نتائج برآمد کر سکتا ہے کیونکہ یہ معاملات حدود اللہ کو چھوتے ہیں۔ اس میں دو رائے نہیں کہ پارلیمنٹ/مجلس شوریٰ آئین میں مروج طریقہ کار اور دی ہوئی حدود کے اندر قانون سازی کر سکتی ہے مگر جہاں نص قرآن یا صحیح سنت یا اجماع موجود ہو تو ایسی صورت اور ان معاملات میں حق قانون سازی آئین کے اندر ہی معدوم ٹھہرتا ہے اور آرٹیکل 227 اپنی پوری قوت کے ساتھ رکاوٹ بنتا ہے مثلاً حق مہر کا بالائی حد مقرر کرنا، طلاق مغلظہ کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کے بغیر رجوع کا حق دے دینا یا حدود کے سزاؤں میں کمی و بیشی کرنا وغیرہ۔

24۔ مندرجہ بالا حالات و واقعات کی رو سے جو بات مسلم ٹھہرتی ہے وہ یہ

ہے کہ چونکہ حق مہر کا بالائی حد قرآن مجید اور حدیث شریف میں معین و مقرر نہ ہے۔ حضرت امیر عمرؓ نے حق مہر کے لیے بالائی حد مقرر کر کے رجوع کر لیا۔ بعینہ حق

مہر کی طرح خُلع کا فدیہ/معاوضہ بھی حق مہر کے ہم پلہ اور متوازی حق ہے۔ نص قرآن مجید میں کوئی رقم، جنس وغیرہ بطور فدیہ/معاوضہ معین نہ ہے۔ اس لیے سوال نمبر (۱) کا جواب نفی میں ہے۔

25۔ حضرت ثابت بن قیس کی بیویوں کے واقعہ کی بنیاد پر یہ طے ہے کہ اگر خاتون صرف ناپسندیدگی کی بنیاد پر مرد سے خلع کی طالبہ ہے تو وہ لیا ہوا حق مہر واپس کرے گی۔ اور اگر نشوز مرد کی طرف سے ہو، اجماع یہ ہے کہ عدالت فدیہ/معاوضہ کی تعین حالات و واقعات مقدمہ کے تحت کرے گی۔ لہذا اس حد تک کی قانون سازی تو ہوسکتی ہے۔ شریعت کا یہ مُسلمہ اور طے شدہ اصول کہ حق مہر شرطِ نکاح اور خلوت صحیحہ پر واجب الادا مہر موجل کی ادائیگی بصورت موت، طلاق یا تنسیخ نکاح لازمی ہے۔ تنسیخ نکاح جس بنیاد پر بھی مطلوب ہو اس کا احاطہ دفعہ 10 ہی کرتی ہے۔ ذیلی دفعہ (6) ذیلی دفعہ (5) سے مشروط ٹھہرا کر بوقتِ صدور ڈگری کلی یا جزوی مہر موجل کی ڈگری ضروری قرار دی گئی ہے۔ حالانکہ سوائے خلع کے تنسیخ نکاح کے دیگر مقدمات میں مہر موجل کلی صورت میں واجب الادا ٹھہرتی ہے۔ کُل کے ساتھ جزو کو شامل کرنا صحیح نہیں۔ اس زاویے سے جب ان ترامیم کا جائزہ لیا جائے تو باآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مذکورہ ترامیم وضعگی کی بنیادی مقصد کی تکمیل کے لیے بھی متاعِ لاحاصل ہیں۔ لہذا بار دیگر تکرار کی قیمت پر یہ اظہار لازمی ہے کہ موضوعہ قانون اس حوالہ سے بھی بیوی کی حق تلفی کا باعث اور سبب بن سکتا ہے۔ بنابراین جو قانون سازی پنجاب فیملی کورٹ (ترمیمی) ایکٹ، 2015 میں کی گئی ہے اس کا کوئی شرعی جواز موجود نہیں ہے۔

26۔ عورت ایک خاص رقم حق مہر کے عوض اپنا نفس حوالہ کرتی ہے اور نکاح کی تنسیخ یا اس بندھن سے علیحدگی بصورت خلع کی علت کا تعین اور تیقن ضروری ہے۔ کیونکہ عورت اگر محض نفرت اور ناپسندیدگی کی بنیاد پر خلع کی طالبہ رہتی ہے تو ایسی صورت میں جو حق مہر وہ وصول کرچکی ہے قابل واپسی ہے۔ اس سے

زیادہ لینا صحیح نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ وسلم نے زیادہ دینے سے منع فرمایا۔ دوسری صورت مرد کے نشوز کی ہوسکتی ہے۔ ایسی صورت میں کہ نکاح جیسے شرعی معاہدے کے حصار میں آ کر عورت عزتِ نفس، جان، مال، آبرو، مقام اور حیثیت سب کا شرعاً و قانوناً تحفظ اور امان پاتی ہے۔ ان حقوق میں دست اندازی انکی خلاف ورزی اور بے احترامی قابلِ تعزیر جرم ہونیکے ساتھ ساتھ طلبِ خلع کے لیے معقول جواز فراہم کرتی ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں شرعاً، قانوناً، اخلاقاً اور روایتاً حق مہر کی واپسی کا تقاضا یا واپسی کا حکم درست نہیں بلکہ مطلق مہر یا اس کے کسی خاص جزو کے واپسی کا حکم بھی حقِ خلع پر حملہ متصور ہوگا۔ کیونکہ ان حالات کے تحت عدالت پر لازم ہے کہ وہ تعین کرے کہ کس قدر مال کی واپسی مناسب رہے گی۔ بنابر اس سوال نمبر (۲) کا جواب ہاں میں ہے کہ اگر عورت خلع کا حق محض ناپسندیدگی کی بنیاد پر اور شوہر کے کسی قصور کے بغیر استعمال کرتی ہے تو پورا حق مہر واپس کرنا ہوگا۔

27۔ مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں یہ استنباط کرنا مشکل نہیں کہ پنجاب فیملی کورٹ (ترمیمی) ایکٹ، 2015 کی دفعہ 10 کے ذیلی دفعات (5) اور (6) قطعی طور پر شریعت کے منافی ہیں۔ نصِ قرآن سے ان قوانین کی تائید نہیں ہوتی اور نہ صرف یہ کہ کوئی حدیث شریف ان کی توثیق کے لئے دستیاب نہیں بلکہ قوانین اسلام میں خلع اول کے مقدمات (حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیویوں کے مقدمات)، جن میں فیصلہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، سے متصادم ہیں۔ مزید یہ کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کے دور کے کسی واقعہ اور روایت سے بھی ان قوانین کو کوئی پذیرائی نہیں ملتی۔ موضوعہ متنازعہ ترامیم بنیادی طور پر اپنے اندر علیحدگی کے لئے حصولِ مالی منفعت کے لیے پرکشش لگتی ہیں اور محض مالی فوائد کے حصول کے لیے بھی علیحدگی کے رجحان میں ایزادی اور اضافہ کا سبب بن سکتی ہیں۔ مزید برآں ان ترامیم سے انہیں کے آرٹیکل 35 کے تحت شادی، ماں اور بچے کو حاصل ریاستی تحفظ بھی خطرے میں پڑتا ہے اور خاندان محفوظ رہنے کی بجائے منتشر ہو سکتا ہے۔

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/ا ف 2016

شریعت عرضیداشت نمبر: 7/ا ف 2017

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/ا ف 2019

شریعت عرضیداشت نمبر: 3/ا ف 2020

30

28- لہذا شریعت عرضیدات نمبری: شریعت عرضیداشت نمبر: 4 / آئی آف

2016 عمران انور خان بنام حکومت پنجاب، شریعت عرضیداشت نمبر: 7 / آئی آف 2017

عمران خان جدون بنام حکومت پنجاب، شریعت عرضیداشت نمبر: 4 / آئی آف 2019 محمد

اکبر سعیدو غیرہ بنام فیڈریشن آف پاکستان وغیرہ اور شریعت عرضیداشت نمبر: 3 / آئی آف

2020 شیخ محمود اقبال بنام حکومت پنجاب منظور کر کے فیملی کورٹ ایکٹ، 1964 کی

دفعہ 10 میں متعارف کرائی گئی ذیلی ترامیم (5) اور (6) کو غیر شرعی قرار دیا جاتا ہے۔

مذکورہ ذیلی ترامیم (5) اور (6) یکم مئی 2022ء سے منسوخ اور غیر موثر تصور

ہونگی۔ لہذا سوال نمبر (3) کا جواب اثبات میں ہے۔

جسٹس محمد نور مسکانزئی

چیف جسٹس

جسٹس خادم حسین ایم شیخ

جج

جسٹس ڈاکٹر سید محمد انور

جج

اسلام آباد

فروری 2022ء